نظریہ سراسر اسلام کے نظریۂ سیاسی کے خلاف ہے۔ اسلام میں جمہوریت کا مطلب فقط اتنا ہی ہے کہ مشہور معروف دیندار اور تقویٰ کے لحاظ سے ثقہ لوگ جس شخص کو خلیفہ اور سربراہ مملکت تسلیم کرلیں اسے مملکت کے سارے لوگ تسلیم کرلیں، اس صورت میں جو شخص سربراہِ مملکت مقرر ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اہلِ حل وعقد لوگوں سے مختلف پیچیدہ مسائل پر مشورہ کرکے ان کو سلجھائے۔ لیکن اگر وہ ان کی اکثریت کی رائے سے مطمئن نہ ہو تو ضروری نہیں کہ وہ ان کی رائے پر عمل کرے۔ اسکو اختیار ہے کہ چاہے تو کسی کی رائے نہ مانے اور اپنی رائے کے مطابق کام کرے اور چاہے تو اقلیت کی رائے پر عمل کرے اگر وہ صحیح ہو۔ مگر یہ ضروری ہے کہ خلیفہ کی جو رائے بھی ہو سب اسکی اطاعت کریں اور اس کا حکم بجا لائیں۔

یہ تو تھا مفکرِ پاکستان علامہ اقبال رح کا جمہوریت کے بارہ میں نظریہ —— لیکن ان کی فکر کے برعکس پاکستان کے قیام کے بعد وہی دقیانوسی مغربی جمہوریت پاکستان کا سیاسی نظریہ بن گئی ہے جس میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی بجائے عوام کو بتایا جاتا ہے۔

اور اسی نہج پر الیکشن کرواکر مغربی نظریات کو پروان چڑھایا جارہا ہے جو کہ نہ صرف پاکستان کے لئے مضر ہیں بلکہ پاکستان سے سیاسی نظریۂ اسلام کے لئے بھی نقصان دہ ہیں۔ معلوم نہیں یہ ہمارا احساسِ کمتری ہے یا کچھ اور کہ ہم مغرب کے ہر نظریہ کو اسلام کا لیبل لگا کر اپنے ہاں اس کو رائج کرکے بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ پاکستان آج جس قسم کے مسائل اور مصائب میں گرفتار ہے اسکی سب سے بڑی وجہ جمہوریت ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں جمہوریت کے ذریعہ کبھی بھی قابل اور اسلامی فکر رکھنے والے لوگ برسرِاقتدار نہیں آسکتے۔ اور جب تک کرسیٔ اقتدار پر لائق، قابل، محبِ وطن اور اسلامی فکر رکھنے والے نہیں بیٹھیں گے پاکستان میں نہ تو اسلام آسکتا ہے اور نہ ہی پاکستان حقیقی ترقی کرسکتا ہے۔

جناب مصباح الدین

مرزا غلام احمد قادیانی کی اسلام دشمنی

سُنتِ اللہ اور سُنتِ رسول کی پیروی کرتے ہوئے جیسا کہ مضمون میں ابتدا اً منافقوں کی پردہ دری سے متعلق قرآن کی آیاتِ کریمہ رقم کر آئے ہیں۔ اسی طرح سے قادیانی منافقین کے خدو خال کو ہم پوری طرح سے منظرِ عام پر لانا ملّی فریضہ سمجھتے ہیں تاکہ ان کی نام نہاد خدمتِ اسلام اور تنظیم کی خوبیوں سے متاثر حضرات بھی بخوبی آگاہ ہو جائیں۔ کہ سے

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　　کایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

انگریز کا سیاسی نبی سب سے پہلے ہم مرزا صاحب کے اس دعویٰ پر روشنی ڈالتے ہیں جس کی رُو سے انہوں نے کہا کہ وہ ماموٗر من اللہ تھے جو غلط ہے۔ البتہ وہ مامور من الانگریز تھے جس کا مرزا صاحب کو خود اعتراف بھی ہے۔ ان کی ایک درخواست کا مضمون ملاحظہ ہو۔

"میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں اسماءِ مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدماتِ خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدقِ دل اور اخلاص اور جوشِ وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں، عنایتِ خاص کا مستحق ہوں لیکن صرف اتنی التماس ہے کہ وفادار، جاں نثار پکے خیر خواہ اور سرکار انگریزی کے خدمت گزار خود کاشتہ کی نسبت حضور بھی اور ماتحت حکام بھی عنایت اور مہربانی کی نظر رکھیں۔"

(درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر۔ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۹)

اس درخواست کے کھلے مضمون کے بعد کوئی شک اور شبہ رہ جاتا ہے کہ انگریزوں کا کاشتہ پودا مامور من الانگریز نہ تھا؟

مرزا صاحب کی اسلام کے خلاف خدمات وہ کن خدمات پر مامور ہوئے تھے۔ اجمالی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) ملّتِ اسلامیہ کی وحدت اور اس کے عالمگیر رشتۂ اخوّت کو فنا کرنا جو رسولِ عربی صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی وجہ سے استوار ہے ایک نئی نبوت کا علم بلند کر کے احساسِ مرکزیت کو ناپید کرنے کی سعی کرنا تاکہ قومیت کا تصور مضمحل اور از کار رفتہ ہو جائے اور اس کے افراد ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح منتشر ہو جائیں۔

(۲) دین بازیچۂ اطفال بن جائے۔

(۳) چونکہ اسلامی دنیا میں جھوٹی نبوت کا شجرِ ملعونہ پروان نہیں چڑھ سکتا تھا اس لئے جاسوسی کے جال پھیلا کر مسلم رعایا کو حاکموں سے بغاوت پر آمادہ کرنا انہیں بزدلی کی تبلیغ کرنا اور ہر امکانی کوشش کرنا جس سے اسلامی سلطنتوں پر انگریزوں کا تسلط ہو جائے یا وہ ان کے زیرِ انتداب آ جائیں۔

(۴) مسلمانوں میں حریت کا جذبہ فنا کرنا اور دلنشین کرانا کہ انگریزوں کی محکومی اور غلامی لعنت نہیں ہے بلکہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ ان کو تلقین کرنا کہ مسلمان وعظ زبان سے کریں۔ اور اعداءِ اسلام دہانِ توپ سے مسلمانوں کے فریضۂ جہاد کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی معرفت نافذ کرایا تھا باطل اور غلیظ قرار دینا۔ فریضۂ جہاد کو ختم کرنے کی مہم کو الٰہی سند دینے کی خاطر مسیح اور نبی اور کیا کیا کچھ نہ بننا۔

(۵) حکومت وقت کو مسلمانوں سے بدظن رکھنا۔ ان کے خلاف سازشیں کرنا۔ جھوٹی مخبریوں سے ان کو زیرِ عتاب اور تختۂ مشقِ ستم بنوانا۔ حریت و آزادی کے متوالوں کی جاسوسی کر کے انہیں جیل بھجوانا یا تختۂ دار پر لٹکوانا۔

(۶) مسلمانوں کے خلاف حکومت سے چغلیاں کھا کر انہیں ملازمت، جائز حقوق اور ہر فائدہ سے محروم رکھنے کی امکانی کوششیں کرنا۔

(۷) مسلمانوں کی گروہ بندیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی باہمی مخالفت کو ہوا دینا۔ آپس میں لڑوانے کی خفیہ سازشیں کرنا۔

سطورِ بالا میں لکھی ہوئی خدمات مجذوب کی بڑ نہیں ہیں بلکہ قادیانیوں کی اسّی نوّے سالہ سعی پیہم کی نشاندہی ہے جنہیں مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے قول و عمل سے حرف بہ حرف ثابت کریں گے۔ پہلے ہم ان کڑیوں کو جوڑ کر دکھلاتے ہیں جن میں بندھ کر مرزا غلام احمد صاحب نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔

اس کہانی کا پس منظر یہ ہے :- "۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کی ناکامی کے بعد سرزمینِ ہند پہ

انگریزوں کا تسلط تو ہو گیا لیکن وہ مسلمانوں سے خائف رہے اور انہوں نے اپنے راج کے استحکام کا راز اس امر میں مضمر سمجھا کہ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے مفلوج اور بے دست و پا کر دیا جائے۔ ابتدائی ایام میں ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کا حال مسلمانوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ خود انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

مسلمان کیوں موردِ عتاب رہے؟ اس کی وجہ وہ دو خدشے تھے جو انگریزوں نے مسلمانوں کی طرف سے محسوس کئے تھے ان کو ایک خطرہ تو مسلمانوں کی عالمگیر ملّی وحدت میں نظر آیا جو رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی وجہ سے نہ صرف برِصغیر ہند میں استوار تھی بلکہ اس سلک میں ساری دنیائے مسلم منسلک تھے اور مغربی شاطروں کو بخوبی تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کا ملّی تشخّص اور ان میں باہمی جذبۂ اخوت اس وقت تک نہیں مٹ سکتا جب تک کہ ان کے دلوں میں حُبِّ نبی کی رمق بھی باقی ہے۔ مزید برآں ہند کے ارد گرد مسلمانوں کی سلطنتیں بھی واقع تھیں جہاں سے مولانا جمال الدین افغانی جیسے رہنماؤں کی طرف سے اتحادِ اسلامی کی آوازیں اُٹھنے لگی تھیں۔ یہ ان آوازوں کا نتیجہ تھا کہ جب مولانا افغانی نے ہند میں قدم رکھا تو نظر بند کر دیئے گئے تاکہ وہ ملک میں اتحادِ اسلامی کا پرچار نہ کر سکیں۔

انگریزوں کے نزدیک دوسرا خطرہ مسلمانوں میں جہاد کا دینی جذبہ تھا۔ یہ جذبہ جب بیدار ہوتا ہے تو مسلمان موت سے کھیلنے لگتا ہے۔ چونکہ آزادی اور حریت ایک مسلمان کے ایمان اور سرشت میں داخل ہے اس لئے بسا اوقات یہ جذبہ معمولی تحریک سے بھی اُبھر آتا ہے۔ سر ولیم ہنٹر کی کتاب OUR INDIAN MUSALMANS (اَوَر انڈین مسلمانز = ہمارے ہندوستانی مسلمان) اس مسئلہ پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے کہ ان ایام میں مسلمانوں میں جاں فروشی کافی تعداد میں موجود تھے اور ان کے دلوں میں احیائے ملّت کا جذبہ موجزن تھا۔ بلکہ سرحد کے علاقہ میں مجاہدین دشمنانِ اسلام سے برسرِ پیکار تھے نیز اس وقت یہ بحث بھی چھڑی ہوئی تھی کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام۔

اسی دَور میں روس نے توسیع پسندی کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ سمرقند و بخارا اور وادی جیحوں دیسحوں اس کا شکار ہو گئے۔ تو روس کا رُخ صاف طور پر ہندوستان کی طرف نظر آنے لگا۔ روسی خطرہ کے پیشِ نظر برطانوی مدبّروں نے مسلم آزار رویّہ میں نہ صرف تبدیلی کی بلکہ مسلمانوں کی حمایت کی

اشد ضرورت محسوس کی۔

جابر قومیں فرضی خطرات کو بھی اہمیت دیتی اور سنگِ راہ سمجھتی ہیں اور اکثر فاتح، مفتوح کی قومی برتری اور قوتِ عمل کو بھی مٹانے کے درپے ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر غلامی کی زنجیریں مستحکم نہیں ہو سکتیں چنانچہ پہلے وائسرائے کیننگ کے مشیر علامہ فریزر نے برطانوی حکومت کو ان خطرات سے اپنی ایک یادداشت میں مطلع کیا جس کے نتیجہ میں ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے دو تحقیقاتی کمیشن ایک سیاسی اور دوسرا مذہبی امور کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آئے۔ ان ہر دو کمشنوں نے ۱۸۷۰ء میں ایک مشترکہ رپورٹ اپنی حکومت کو پیش کی (بحوالہ عجمی اسرائیل، ص ۱۹)

اس رپورٹ کی روشنی میں خطرات کا حل یہ تجویز ہوا کہ کسی شخص سے محمد کا حواری نبی ہونے کا دعوے کرایا جائے۔ حکومت اس کی سرپرستی کرے خوف اور لالچ غرض ہر ممکن ذریعہ سے اس نبی کے متبعین کی تعداد بڑھائی جائے۔ اس قسم کی نبوت چل گئی تو کئی فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک فائدہ تو برطانوی اصول DIVIDE & RULE پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے مطابق ہوگا یعنی ملتِ اسلامیہ کی وحدت میں شگاف پڑ جائے گا جس کی وجہ سے ایک طرف تو ہند کے مسلمان مذہبی انتشار کا شکار ہو کر آپس میں دست و گریباں رہیں گے۔ اور دوسری طرف وہ بیرونِ ہند کے مسلمانوں کی مدد دلیوں سے محروم ہو جائیں گے جو ان کو دینی بھائی ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں۔ پھر اسی نبی کے ذریعہ فریضۂ جہاد کی منسوخی کا بھی اعلان کرا دیا جائے کہ اب دین کی خاطر تلوار اٹھانا حرام ہے۔ مذہب کے نام پر جنگ میں شریک ہونے والا غازی یا شہید نہیں بنے گا۔ بلکہ اس کے برعکس خدا اور رسول کا باغی حرام موت مرنے والا جہنمی شمار ہوگا۔ تیسرا کام اس نبی سے یہ لیا جائے کہ وہ حکومت برطانیہ کو دین پناہ ظل اللہ قرار دے۔ برطانوی حکومت کی اطاعت کو اطاعتِ خداوندی کہے اور دلنشین کرا دے کہ اس حکومت کی غلامی سے چھٹکارے کا خیال تو کیا بلکہ اس کی غلامی کو نعمتِ غیر مترقبہ تصور کریں۔

ان خدمات کے لئے موزوں آدمی کی تلاش شروع ہوئی اور بالآخر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس لعنت کے تاج کو زیبِ سر کر لیا اور اس نے یہ سب خدمات بسر و چشم انجام دیں۔ جن کو ہم ان شواہد و حقائق سے ثابت کرتے ہیں جو خود مرزا صاحب نے فراہم کئے ہیں۔

ایک بزرگ خواجہ احمد صاحب کو لدھیانہ میں مہاراجہ پٹیالہ   نے انگریزوں کی

طرف سے پیش کش کی تھی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایمان نہیں بیچ سکتا۔ اس امر کا تذکرہ مرزا غلام احمد کی موجودگی میں ہوا۔ مرزا صاحب نے مہاراجہ سے مل کر ایمان کا سودا کر لیا۔ یہ بات لطف سے خالی نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے جو الہامی نام رکھے ہیں ان ناموں میں ایک نام امین الملک جے سنگھ بہادر بھی شامل ہے۔ اوّلاً جب یہ نام پڑھا تھا تو حیرت ہوئی تھی کہ انہوں نے کس نسبت سے اس نام کو الہامی کہہ کر اپنایا ہے۔ جبکہ برِصغیر کے کسی راجہ مہاراجہ کا نام انہوں نے نہیں اپنایا۔ اب اس انکشاف سے حقیقت کھلی کہ احسان کا بدلہ چکایا تھا تاکہ مہاراجہ کا قومی لقب جے سنگھ بہادر اور ان کا خطاب امین الملک جو مہاراجہ کو انگریزوں نے دیا تھا۔ دونوں زندہ رہیں اور یہ یاد بھی تازہ رہے کہ نبوت مہاراجہ کی وساطت سے مرزا صاحب کے خداوند انگریز نے عطا کی تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ بیعت کی ابتداء بھی لدھیانہ سے ہوئی اور مسیح ہونے کا اعلان بھی لدھیانہ سے ہوا تھا مہاراجہ پٹیالہ نے انگریزوں کو نبی چن کر دیا تو مہاراجہ کشمیر نے نبی کا معاون اور اس نبوت کا دماغ حکیم نور دین انگریزوں کو بخشا جو مہاراجہ کے معالج خصوصی تھے مرزا صاحب نے حکیم نور دین کی تعریف میں کہا ہے کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے

کہ مرزا صاحب کو پہلی تصنیف، براہین احمدیہ کی طباعت کے لئے ابتداء میں رقم ریاست پٹیالہ سے ملی تھی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا میدان میں آنے کے لیئے پہلا قدم اسی کتاب کی اشاعت تھا اور اس کتاب میں مجددیت سے نبوت تک کا سارا منصوبہ مستور پاتے ہیں جو بتدریج پایۂ تکمیل کو پہنچا تو مہاراجہ پٹیالہ کی معرفت سودے بازی میں شبہ نہیں رہتا۔ مرزا صاحب کی ہر تصنیف میں یہ حوالہ ملیگا کہ فلاں الہام اور فلاں پیشگوئی دیکھ لو۔ براہین احمدیہ میں اس قدر عرصہ پہلے سے لکھی ہوئی موجود ہے جس کا آج ظہور ہو رہا ہے۔ امداد کیسے ملی؟ مرزا صاحب ظاہر کرتے ہیں

جب میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ تصنیف کی۔ جو میری پہلی تصنیف ہے تو مجھے یہ مشکل پیش آئی کہ اس کی چھپوائی کے لئے کچھ روپیہ نہ تھا۔ اور میں ایک گمنام آدمی تھا۔ مجھے کسی سے تعارف نہ تھا۔ تب میں نے خدا تعالیٰ کی جناب میں دعا کی تو یہ (عربی) میں الہام ہوا۔ (ترجمہ) کھجور کے تنا کو ہلا۔ تیرے پر تازہ بہ تازہ کھجوریں گریں گی۔ چنانچہ میں نے اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے اوّل خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ